بلاک 2 اکائی 4

ہذیل بن رزین کے نام ابو حفص ابن برد الاکبر کا خط

اکائی کے اجزاء :

- **تمہید:**
  - فن رسالہ کی تاریخ۔
  - رسالہ : اقسام اور تعریف۔
  - رسالے کا سیاسی پس منظر : فتنہ اندلس۔
  - کاتب کا تعارف۔
  - مکتوب الیہ کا تعارف۔
  - مکتوب عنہ کا تعارف۔
  - مکتوب کا تعارف۔
- **غرض:**
  - خط/رسالہ کا متن۔
  - ترجمہ۔
  - مشکل الفاظ کے معانی۔
  - خلاصہ۔
  - نمونے کے سوالات۔
  - مطالعے کے لئے کتابیں۔

تمہید: 1.1: فن رسالہ کی تاریخ:

اسلام سے پہلے عربوں میں شعر وخطابت اور امثال و حکم کا بازار گرم تھا۔ تحریر وکتابت کا رواج نہ کے برابر تھا۔ اسلام کی آمد کے بعد حالات میں تغیر پیدا ہوا اور آہستہ آہستہ تحریر وکتابت کا فروغ ہونے لگا۔ ایک طرف قرآن

کریم کی پہلی نازل ہونے والی آیت ﴿إقرأ﴾ نے تعلیم و تعلم کی اہمیت واضح کی۔ دوسری طرف ﴿والطور و کتاب مسطور﴾ اور ﴿ن والقلم وما یسطرون﴾ جیسی دوسری آیات نے اہل اسلام کو تحریر و کتابت کی طرف متوجہ کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کو تحریری طور پر جمع کرنے کے لئے کاتبوں کی ایک جماعت بنائی تھی، جس میں خلفائے اربعہ کے علاوہ، حضرت امیر معاویہ اور دیگر متعدد صحابہ کرام ـ رضوان اللہ علیہم اجمعین ـ شامل تھے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی عملی اقدامات کے ذریعے لوگوں کو تحریر کی جانب راغب کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خلفائے راشدین نے بھی لوگوں کو کتابت کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی۔ اس سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مشہور قول ہے: قیدوا العلم بالکتابۃ۔ یعنی علم کو کتابت کے ذریعے اپنی گرفت میں کرلو۔

جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ (15ق ھ---60ھ = 608 ---680م) کے ہاتھوں خلافت امیہ کا قیام ہوا (41ھ = 662م) تو آپ نے نظم سلطنت کے ارادے سے دیگر ضروری محکموں کے ساتھ ایک محکمہ دیوان الرسائل کا بھی قائم کیا۔ شروع شروع میں خلیفہ خود رسائل کا املا کراتا تھا۔ بعد میں یہ ہونے لگا کہ کاتب حضرات اپنی طرف سے رسائل لکھ دیتے اور پھر خلیفہ کے سامنے انہیں پیش کرکے منظوری حاصل کرلیتے۔ ہشام بن عبد الملک (72ھ---125ھ = 691 --- 743م) کے عہد (105ھ--- 125ھ = 724 --- 743م) میں جب اس کے مولی سالم نے دیوان الرسائل کی ذمہ داری سنبھالی، تو فن رسالہ میں کافی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ اس کے بعد آخری اموی خلیفہ مروان بن محمد (72ھ--- 132ھ = 691 ---750م) کے زمانے میں (127ھ --- 132ھ) عبد الحمید بن یحی الکاتب (م 132ھ = 750ء) نے دیوان الرسائل کا منصب سنبھالا۔ یہ، سالم مولی ہشام کے شاگرد تھے۔ عبد الحمید نے اپنی ماہرانہ نثر نگاری کے ذریعے رسالہ نگاری کو باقاعدہ ایک فن کے درجے تک پہونچا دیا۔ یہاں تک کہ یہ کہا جانے لگا کہ کتابت کا آغاز عبد الحمید سے ہوا ہے۔ (قد بدئت الکتابۃ بعبد الحمید)۔ عبد الحمید الکاتب کے اسلوب کی نمایاں خصوصیات میں سے چند امور درج ذیل ہیں:

1- ازدواج: یعنی اپنی فکر کو مضبوط کرنے کے لئے متعدد قریب المعنی عبارتوں کا استعمال۔

2- اطناب۔

3- حمدیہ عبارات میں طول

4- صورت حال کا تفصیلی بیان

5- رسالہ کے مقاصد کی توسیع۔

عبدالحمید کے چند اہم مکتوبات یہ ہیں:

1- خط بنام اہل قلم (رسالۃ الی الکتاب)

2- خط بنام عبداللہ بن مروان، اس کے والد کی طرف سے (رسالۃ الی عبداللہ بن مروان علی لسان ابیہ)۔

3- شکار اور شطرنج کے بارے میں ایک رسالہ (رسالۃ فی وصف الصید والشطرنج)۔

4- مروان کی معیت میں شکست خوردگی کے بعد اپنے اہل خانہ کے نام ایک خط۔ (رسالتہ الی اہلہ وہو منہزم مع مروان بن محمد)۔

عباسی خلفاء نے محکمہ دیوان الرسائل کی جانب خاص توجہ مرکوز کی، اس وجہ سے عباسی دور میں کاتبوں کی اچھی خاصی تعداد پید ہوئی اور فن ترسل میں مقابلہ آرائی کا ماحول وجود پذیر ہونے لگا؛ کیوں کہ اس میں مہارت پیدا کرکے دیوان الرسائل کے شعبے تک رسائی حاصل ہو سکتی تھی، اور اس شعبے تک رسائی کے بعد کسی صوبے کی ولایت (گورنری) اور دربار شاہی میں وزارت کا راستہ آسان اور ہموار ہو جاتا تھا۔ یحی بن خالد برمکی (م 190ھ)، جعفر برمکی (م 803ء)، محمد بن عبد الملک الزیات، معروف بہ ابن الزیات (م 233ھ = 847م)، احمد بن یوسف الکاتب (م213ھ = 828ء)، ابن العمید (استاذ اور جاحظ ثانی)، الصاحب بن عباد (م 385ھ) اور ضیاء الدین ابن الاثیر (558 ---637ھ) وغیرہ اس سلسلے کے چند اہم نام ہیں۔ تیسری اور چوتھی صدی ہجری فن الرسائل کے عروج وارتقا کا زمانہ تھا۔

اندلس میں بھی فن رسالہ مشرقی نہج اور مشرقی اسلوب پر جاری رہا۔ عبدالرحمٰن الداخل نے دیوان الرسائل کی طرف خصوصی توجہ کی اور امیہ بن یزید بن ابی حوثرہ کو کتابت کی ذمہ داری تفویض کی۔ بعد میں اس کے جانشینوں نے اس کی پیروی کی اور اپنے زمانے کے نمایاں اہل علم و قلم کو کاتب کا منصب عطا کرتے رہے۔ الحکم الثانی المستنصر کے عہد تک رسالہ نگاری سجع کی بندشوں سے آزاد رہی۔ اس کے بعد ہشام ثانی المؤید، اس کے وزیر

المنصور بن ابی عامر اور اس کے دونوں فرزندوں المظفر اور الناصر کے زمانہ اقتدار میں سجع کا عام استعمال نظر آنے لگتا ہے، جس کی واضح مثال ابن برد الاکبر کی تحریریں ہیں۔

تمہید: 1.2: رسالۃ: اقسام اور تعریف:

عربی ادب میں خطوط نگاری (فن الرسالۃ/ فن الرسائل) ایک قدیم ادبی اور نثری صنف ہے۔ اس کی چار بڑی اور اہم قسمیں ہیں:

- **الرسائل الديوانية** : (سرکاری خطوط) : ان خطوط کو کہا جاتا ہے، جو بادشاہ وقت کی طرف سے اس کے امیروں، وزیروں، قاضیوں، فوج کے سالاروں، دیگر ماتحت حکام یا دوسرے ملک کے بادشاہوں کے نام روانہ کئے جائیں۔ عہدوں اور مناصب پر کسی کے تعین یا برطرفی سے متعلق دستاویزں کا شمار بھی اسی ذیل میں ہوتا ہے۔ آسان لفظوں میں انہیں "شاہی فرمان" یا سرکاری دستاویز بھی کہا جاسکتا ہے۔

  رنج و غم یا خوشی و مسرت کے کسی موقع کی مناسبت سے حکومتی عہدے داروں کا ایک دوسرے کو ہدیہ تبریک پیش کرنا، اظہار مسرت کرنا، تعزیت ظاہر کرنا وغیرہ بھی اسی ذیل میں شامل ہے۔ مختصرا یہ کہا جاسکتا ہے کہ نظم سلطنت میں شامل افراد کے درمیان تحریری سرگرمیوں کا نام ہے الرسائل الديوانية۔ اس قسم کی تحریروں کو دوسرے مختلف نام بھی دیئے گئے ہیں، مثلا: الرسائل السياسية (سیاسی خطوط)، الرسائل السلطانية (شاہی خطوط)، الرسائل الرسمية (سرکاری خطوط)۔
- **الرسائل الإخوانية**: (دوستانہ خطوط) : ان خطوط کو کہا جاتا ہے جو عام لوگ ایک دوسرے کے نام ارسال کریں۔ اس قسم کے خطوط لوگوں کے باہمی تعلقات اور ان کی نوعیت و کیفیت کا آئینہ ہوا کرتے ہیں۔ مبارکباد، تعزیت، شکر گزاری، معذرت، شوق ملاقات، نصیحت و خیر خواہی، ناراضی یا ہمدردی اور محبت کا اظہار وغیرہ، مختصر لفظوں میں انسانی جذبات واحساسات کی صورت گری، اخوانی رسائل کے موضوعات ہیں۔ دوستانہ خطوط کا اسلوب سادہ و دل نشیں ہوتا ہے۔ اس میں خوش اخلاقی، رواداری، عاجزی وانکساری پر مشتمل عبارات اور مرسل الیہ سے تعلق اور اس کے مرتبے کے لحاظ سے

القاب و آداب کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ عربی ادب میں دیوانی رسائل کی طرح اخوانی رسائل کا آغاز بھی اموی دور میں ہوا اور عہد عباسی ان ادبی اصناف کی ترقی کا زمانہ تھا۔ اخوانی رسائل کو **"الرسائل الاجتماعية"** (سماجی/معاشرتی خطوط) اور **"الرسائل الشخصية"** (شخصی/ذاتی خطوط) بھی کہا جاتا ہے۔

- **الرسائل الأدبية**: (ادبی خطوط) : علمی، ادبی، دینی، تاریخی یا اس جیسے دیگر موضوعات پر تبادلہ خیال، اظہار رائے یا اطلاع کے لئے اہل علم کے مابین مکاتبت و مراسلت کا نام الرسائل الادبیۃ ہے۔ جاحظ کا نام ادبی خطوط نگاری کے میدان میں امام فن کی حیثیت رکھتا ہے، اس کا رسالہ **"التربيع و التدوير"** ادبی رسائل میں کافی شہرت کا حامل ہے۔ اسی طرح ابو العلاء المعری کے رسائل: **"رسالة الغفران"** ، **"رسالة الصاهل و الشاحج"** اور **"رسالة الملائكة"** یہ سب ادبی رسائل و خطوط کی مثالیں ہیں۔ اندلسی نثر نگاروں میں اس سلسلے میں ابن شہید (382ھ ----- 426ھ) کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے، جس کا **"رسالة التوابع و الزوابع"** متعدد جہتوں سے اہمیت کا حامل ہے، یہ بھی ادبی رسائل کی ایک مثال ہے۔ یوں ہی ابن زیدون (394ھ ----- 463ھ) کے رسائل **"الرسالة الهزلية"** اور **"الرسالة الجدية"** مثالی ادب پارے اور رسالہ نگاری کے میدان میں جدت طرازی کے پیش رو ہیں۔

ادبی رسالہ نگاری اصل میں تصنیف و تالیف کا میدان ہے۔ فن رسالہ کی قدیم صنفی شکل و ہیئت کے پیش نظر جدید اصطلاح کے اعتبار سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ادبی رسالہ نگاری کی ترقی یافتہ شکل وہ ہے جسے آج کل "مقالہ" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یعنی قدیم معنی کے اعتبار سے آج کل رسالہ کا مطلب ہے: خط/خطوط نگاری یا مقالہ اور مقالہ نگاری۔ اس کے ساتھ یہ بھی ملحوظ رکھنا لازم ہے کہ پہلے رسالے کا لفظ "کتاب" کے مقابلے میں بھی بولا جاتا تھا، یعنی ایسی تحریر جو بہت زیادہ طویل اور مفصل ہونے کے بجائے مختصر ہو۔ اس اعتبار سے بھی رسالہ کا لفظ مقالہ کا ہم معنی قرار پاتا ہے۔ آج کل رسالہ کا لفظ **"مفصل تحقیقی مقالات"** کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے مثلا **رسالة الماجستير** ، اور **رسالة الدكتوراه**، یہاں آکر کتاب اور رسالہ ہم معنی ہو جاتے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ قدیم تحریروں میں رسالہ کا لفظ دو معنوں کے لئے استعمال ہوتا تھا:

1- ادبی خطوط/ادبی تحریریں

2- کسی ایک موضوع پر مختصر علمی تحریر

پہلا معنی ابھی بھی باقی ہے۔ دوسرے معنی کی جدید شکل مقالہ نگاری ہے۔ ان دونوں معنوں کے ساتھ ایک تیسرا معنی جدید دور کی پیداوار ہے، جو کہ کتاب کا ہم معنی ہے۔ یا یہ کہا جائے کہ عہد جدید میں دوسرے معنی کے ابعاد واہداف میں وسعت اور کشادگی پیدا ہوگئی اور اس طرح رسالہ کا جو لفظ کتاب کا مقابل تھا وہ کتاب کا ہم معنی ہوگیا۔

- **الرسائل الوعظية:** (اصلاحی خطوط) : وہ خطوط جو تقوی شعار اور پرہیزگار حضرات اپنے زمانے کے حکام و سلاطین اور امراء و وزراء کی اصلاح کی غرض سے انہیں ارسال کریں، مثلا: عوامی امور کی جانب توجہ دلانا، ظلم و ناانصافی پر تنبیہ، دینی معاملات کی طرف متوجہ کرنا، دنیا میں حد سے زیادہ مشغولی پر تنبیہ اور فکر آخرت کی رغبت پید کرنا، وغیرہ۔ متعدد مقامات پر رسائل کی اقسام میں دیوانی، اخوانی اور ادبی رسائل کا ذکر کیا جاتا ہے مگر اس چوتھی قسم کا ذکر نہیں کیا جاتا۔

آئندہ صفحات میں جو خط پیش کیا جارہا ہے، وہ اندلسی عربی ادب سے دیوانی رسائل کی ایک مثال ہے۔

تمہید: 1.3: مکتوب کا سیاسی پس منظر: فتنہ اندلس:

سلطنت اموی دمشق کے خلیفہ ولید بن عبد الملک کے زمانہ خلافت میں، طنجہ کے امیر طارق بن زیاد اور والی افریقہ موسی بن نصیر (نون پر پیش، صاد پر زبر) کی سیاسی حکمت عملی اور مشترکہ عسکری کاروائیوں کے نتیجے میں 92ھ---107ھ/711 --- 726ء کے درمیان جزیرہ ایبیریا کے ملک اندلس کے علاقے، ایک ایک کرکے خلافت اسلامیہ کا حصہ بن گئے۔ یہ مسلم فتوحات کا نیا عنوان اور اسلامی حکومت کا زریں دور تھا۔ دمشق کی اموی حکومت قائم رہنے تک مرکز کی طرف سے افریقہ کے والیوں کا تعین ہوتا رہا اور اندلس کا زرخیز خطہ والی افریقہ کے ماتحت رہا۔ اندلسی تاریخ کا یہ دور، دور ولایت کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس درمیان یہاں 21 گورنروں نے مرکز کی نمائندگی میں حکومت کی۔ (دور ولایت: 716 -----756ء)۔

132ھ میں عباسی انقلاب کے بعد یہ علاقہ مرکزی خلافت سے آزاد ہو گیا۔ کچھ عرصے بعد اموی خاندان کا شہزادہ عبد الرحمان، عباسیوں کے انتقام سے بچتا بچاتا، چھپتا چھپاتا اندلس میں داخل ہوا۔ عبد الرحمٰن چوں کہ باہر سے اندلس میں آیا تھا؛ اس لئے تاریخ میں اسے عبد الرحمٰن الداخل کہا گیا۔ یہاں اس نے 138ھ / 756ء میں نئے سرے سے اموی حکومت کی بنیاد ڈالی اور شہر قرطبہ کو دارالحکومت قرار دیا۔ اندلس کی یہ اموی سلطنت ڈھائی سو سال سے زیادہ (138ھ ----421ھ) عرصے تک قائم رہی۔ اندلس کے اموی حکمراں شروع میں امیر کہلاتے تھے۔ اس طرح سات اموی حکمراں امیر کے نام سے یاد کئے گئے۔ اس عرصے کو دور امارت یاعصر الامارۃ کہا جاتا ہے، جو کہ 138ھ ----316ھ = 756ء ----- 929ء تک محیط ہے۔ آٹھواں حکمراں عبد الرحمٰن الناصر یا عبد الرحمٰن الثالث 300ھ / 912ء میں تخت سلطنت پر رونق افروز ہوا۔ شروع کے پندرہ—سولہ سال اس نے بھی امیر کی حیثیت سے انتظام حکومت چلایا۔ لیکن کچھ مدت بعد جب اس نے دیکھا کہ بغداد کی عباسی خلافت کمزوری ہو چکی ہے، تو اس نے 316ھ = 929ء میں اپنی خلافت کا اعلان کر دیا، اس کے بعد سارے حکمراں خلیفہ کہلائے۔ عبد الرحمٰن سوم 350ھ = 961ء تک تخت خلافت پر متمکن رہا۔ عبد الرحمٰن کا عہد اندلسی تاریخ کا عہد زریں ہے۔

عبد الرحمٰن کے بعد اس کے فرزند حکم بن عبد الرحمٰن (350ھ ----366ھ = 961ء ----- 976ء) اور پھر حکم کے بیٹے ہشام دوم بن حکم (366ھ ----399ھ = 976ء ----- 1009ء) نے تخت خلافت کو زینت بخشی۔

ہشام دوم جب تخت خلافت پر متمکن ہوا، اس وقت اس کی عمر بہت کم تھی، اس لئے حکومت کا نظم و نسق اس کے حاجب (وزیر) جعفر مصحفی کے ہاتھ آ گیا۔ اس وقت ابو عامر محمد بن ابی عامر المنصور، صاحب الشرطہ (پولیس چیف / کوتوال) تھا، جس نے دو ہی سال کے عرصے میں جعفر مصحفی کو کنارے لگا دیا اور حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی۔ المنصور نے 392ھ = 1002ء میں اپنی وفات تک بہت خوبی سے حکومت کا نظام رواں رکھا۔ اس درمیان اس نے آس پاس کی عیسائی ریاستوں کو بھی محکوم بنا لیا اور حدود سلطنت کو کافی وسیع کر دیا۔ منصور کہنے کو تو حاجب یا وزیر اعظم تھا لیکن اصل میں عنان خلافت اسی کے ہاتھ میں تھی۔ منصور کے اقتدار میں آنے سے اصل اموی سلطنت کے اندر ایک اور حکومت قائم ہو گئی، جسے سلطنت عامری کا نام دیا گیا

ہے۔ منصور کے بعد اس کے لڑکے عبد الملک المظفر باللہ نے 399ھ = 1007ء تک کامیابی سے انتظام حکومت سنبھالا۔ مظفر کے بعد جب اس کے بھائی عبد الرحمٰن شنجول نے حکومت اپنے ہاتھ میں لی، تو شاہی خاندان کے افراد نے بغاوت کر دی، کیوں کہ عامری حکومت کے تحت اصل اموی حکومت کا اثر و رسوخ ختم ہونے لگا تھا۔

اس بغاوت سے اندلسی تاریخ ایک نئے مرحلے میں داخل ہو گئی، اور اندرون خانہ باہمی جدال و قتال کی آگ بھڑک اٹھی۔ تقریبا بائیس سال جاری رہنے والی اس خانہ جنگی کا انجام یہ ہوا کہ اندلس کی عامری اور اموی حکومت و خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔ 399ھ----- 422ھ تک کے اس زمانی دور کو مؤرخین نے فتنہ اندلس سے تعبیر کیا ہے۔

عبد الرحمٰن شنجول بغاوت کی لڑائی میں مارا گیا۔ خلیفہ ہشام شاہی خاندان کے ایک فرد (محمد ثانی المہدی) کے حق میں خلافت سے دستبر دار ہو گیا۔ اس کے بعد چند ماہ کے لئے سلیمان المستعین اور پھر محمد ثانی دوبارہ تخت سلطنت پر براجمان ہوا۔ محمد ثانی کے بعد ہشام دوم دوبارہ سریر آرائے خلافت ہوا (400ھ----- 403ھ = 1010ء ----- 1013ء)۔ ہشام کی وفات کے بعد سلیمان پھر خلیفہ بنا، اس بار اس نے تقریبا چار سال حکومت کی (403ھ-----407ھ = 1013ء----- 1016ء)۔ سلیمان کے بعد چار اور خلفاء ہوئے۔ اس پورے عرصے میں خانہ جنگی اور امراء و وزراء کے درمیان جوڑ توڑ چلتی رہی، جس نے آخر کار اندلس سے اموی حکومت کی جڑیں اکھاڑ پھینکیں۔ اس کے بعد اندلسی تاریخ کے مراحل حسب ذیل ہیں:

طوائف الملوکی کا دور اول: 1031 -----1085ء

مرابطین کا دور: 1085 -----1144ء

طوائف الملوکی کا دوسرا دور: 1144 ----- 1172ء

موحدون کا دور: 1172 ----- 1212ء

طوائف الملوکی کا تیسرا دور: 1212 ----- 1238ء

سلطنت غرناطہ: 1238 ----- 1492ء

تمہید: 1.4 : کاتب/نثر نگار کا تعارف:

اندلس کی سیاسی اور ادبی تاریخ میں آل برد یا بنو برد کا نام معروف و ممتاز رہا ہے۔ بنو برد کا تعلق، بطور ولاء بنو شہید سے تھا۔ آل برد میں سے دو نام زیادہ مشہور ہوئے ابو حفص احمد بن محمد اور ابو حفص احمد بن برد، دونوں کو مختصراً، ابن برد کہا جاتا ہے۔ اور امتیاز کرنے کے لئے اول کو ابن برد الاصغر اور ثانی کو ابن برد الاکبر سے موسوم کیا گیا ہے۔ ابن برد الاکبر دادا ہیں اور ابن برد الاصغر پوتے ہیں۔ یہاں ابن برد الاکبر (یعنی دادا) کا تذکرہ مقصود ہے۔

ابو حفص احمد بن برد الاکبر کا شمار اپنے زمانے کے ممتاز ادبا اور فضلا میں کیا جاتا ہے۔ یہ اندلس میں اموی سلطنت کا دور آخر تھا۔ اموی خلیفہ ہشام بن حکم المؤید باللہ کے وزیر منصور بن ابی عامر (327ھ---392ھ) کے زمانہ عروج و اقتدار میں عبد الملک بن ادریس الجزیری اس کے کاتب (سیکریٹری) رہے۔ (معروف بہ ابن الجزیری متوفی 394/ 1004م)۔ ابن الجزیری کے بعد یہ منصب ابن برد الاکبر نے سنبھالا اور عبد الملک المظفر بن منصور (364ھ ---399ھ) کے عہد (392ھ ---399ھ) سے یحی بن علی بن حمود (385ھ --- 427ھ) کے عہد تک کاتب (سیکریٹری) کے فرائض انجام دیئے۔ اسی عرصے میں ابن برد نے اموی خلیفہ سلیمان المستعین (354ھ --- 407ھ) کی طرف سے بھی کاتب کی ذمہ داری نبھائی۔ سیاسی اتھل پتھل کے اس دور میں اس نے جو کچھ لکھا، اس کے متعدد نمونے محفوظ ہیں۔ ابن برد کی نثر نگاری فصاحت و بلاغت کا عمدہ نمونہ ہے، اور اسے دیکھ کر صاحب تذکرہ کے علم و فضل اور اعلی فہم و فراست کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

ابن برد کی زندگی کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں فراہم ہیں۔ کتب تراجم میں اس کا تذکرہ بڑے مختصر انداز میں کیا گیا ہے۔ جو کچھ درج بالا سطور میں بیان کیا گیا، یہی سب کل سرمایہ ہے۔ اسی سال سے متجاوز ہو کر سر قسطہ میں 418ھ میں ابن برد کا انتقال ہوا۔ ابن بسام نے الذخیرہ میں ابن برد کی نثر کے متعدد نمونے جمع اور محفوظ کر دیئے ہیں۔

تمہید: 1.5: مکتوب الیہ کا تعارف:

یہ خط ابن برد الاکبر نے ہذیل بن رزین کو ارسال کیا تھا۔ اس کا پس منظر درج ذیل ہے۔

اموی خلیفہ ہشام المؤید باللہ (354ھ---403ھ) کے زمانے (366ھ-399ھ/400ھ-403ھ) میں منذر بن یحی التجیبی (سلطنت عامری کے ایک قائد لشکر) نے سر قسطہ---(اندلس کے شمال مشرق میں ایک جگہ کا نام Zaragoza / Saragoza) --- کی زمام اقتدار سنبھالی۔ فتنہ اندلس (399ھ---422ھ) کے دوران سلیمان المستعین نے سرقسطہ پر اس کی بالادستی کو برقرار رکھا، اس طرح منذر، سلیمان کی تائید و حمایت میں آگیا۔

اسی وقفے میں بنو رزین کے ایک فرد ہذیل---(ہا پر پیش، ذال پر زبر) --- بن رزین --- (را پر زبر، زا کے نیچے زیر) --- نے اندلس کی بالائی اور وسطی حدود کے کچھ علاقوں پر قبضہ کر لیا اور ہشام کے خیمے میں شامل ہو گیا، جب کہ اس سے پہلے وہ دربار سلیمانی کا حاضر باش تھا۔ خط سے معلوم ہوتا ہے کہ ہذیل کی سرکشی کے پس پشت سلیمان کے حاجب/وزیر سے اس کی کہا سنی کا بھی کچھ معاملہ تھا۔ خلیفہ سلیمان المستعین کی طرف سے منذر نے، ہذیل بن رزین کے زیر نگیں ان علاقوں پر قبضہ کرنا چاہا، مگر وہ کامیاب نہیں ہو سکا۔ 403ھ/1013 میں ہشام کی وفات کے بعد، ہذیل نے از خود سلیمان المستعین کی تابعداری قبول کر لی اور پہلے کی طرح مقرب بارگاہ ہوا۔

تمہید: 1.6: مکتوب عنہ کا تعارف:

ابن برد الاکبر نے یہ خط سلیمان المستعین کی طرف سے لکھا تھا۔

ابو ایوب سلیمان بن الحکم، معروف بہ سلیمان المستعین باللہ، اندلس میں خاندان بنی امیہ کا بارہواں فرماں روا اور پانچواں خلیفہ۔ دو بار تخت سلطنت پر بیٹھا پہلی بار 400ھ میں چند ماہ، دوسری مرتبہ 403ھ سے 407ھ تک۔ ولادت دار السلطنت قرطبہ (Cordoba) میں 354ھ میں ہوئی۔ 53 سال کی عمر میں علی بن حمود نے باپ اور بھائیوں کے ساتھ قصر خلافت میں اسے قتل کر دیا اور خود خلیفہ بن بیٹھا۔ سلیمان المستعین کے قتل کا حادثہ 28 محرم 407ھ کو قرطبہ میں رونما ہوا۔

تمہید: 1.7: مکتوب/خط کا تعارف:

خط میں ہذیل بن رزین کو، امیر المومنین سلیمان المستعین باللہ کی اطاعت و فرماں برداری کی ترغیب دی گئ ہے۔اس ضمن میں قرآنی آیات اور انسانی طبیعتوں کے اختلاف کا حوالہ دے کر طاعت کی طرف سبقت کی اہمیت اجاگر کی گئ ہے، اور سابقہ انعام و اکرام کا ذکر کرکے یہ یقین دلایا گیا ہے کہ اگر تم امیر المومنین کے دامن سے وابستہ ہو جاؤ، تو تمہارا مرتبہ و منصب حسب سابق برقرار رہے گا، بصورت دیگر جو انجام غداروں کا ہوتا ہے وہی تمہارا ہوگا۔

غرض:

خط کا متن:

پیراگراف 1:

أما بعد – آتاك الله رشدك، و أجزل من توفيقه قسطك - فإن الله تعالى خلق الخلق غنيا عنهم، و أنسأهم بمَهَل غير مُهمَل، بل ليحصي آثارهم، و لِيَبْلوَ أخبارهم، و جعلهم أخيافا متباينين، و أطوارا مختلفين، فمنهم المختص بالطاعة، ومنهم المبتلى بالمعصية، و بين الفريقين أقوام خلطوا عملا صالحا و آخر سيئا عسى الله أن يتوب عليهم، ولو شاء الله لكان الناس أمة واحدة ولايزالون مختلفين، ولذلك خلقهم. والسعيد من خاف ربه، وعرف ذنبه، وبادر بالتوبة قبل فوتها، واستعطى الرحمة قبل منعها.

پیراگراف 2:

وإن كنت تركت قصدك، وخالفت رشدك، ونكبت عن سبيل سلفك، فلم يوحشك ممن شردت عليه مكروه نالك به، ولم يؤنسك ممن جنحت إليه، أمل لم تطمع فيه إلا لديه، بل كنت آمنا من المخاوف، بعيدا من المكاره، قريب المكانة، رفيع الدرجة، مصدرا في أهل النصيحة و الثقة، خلا أنه حدث بينك وبين الحاجب مالم يزل يحدث بين القواد والعمال على قديم الزمان مما لم يبلغ أن يخرج ذا الرأي الأصيل عن طبقته، ولايجاوز أن يزيد المُحنَقَ على المَحْك في خصومته.

پیراگراف 3:

والله عليم أن أمير المؤمنين لم يَبْخَسْك في تلك الهبات حظا، ولا أولاك إعراضا، ولقد اعتنى بمصلحتك، وعزم على إزاحة علتك، حتى يتهيأ من ذلك ما يفي بأملك لو انتظرته، واستقام فيه ما يزيد على طلبتك لو صبرت عليه، ولك في القدر المقدور فسحة، وفي القضاء المحتوم مندوحة، ولن تضيق بك السبيل عند أمير المؤمنين، و أنت بين طاعة سالفة، واستقامة موروثة، و بين إنابة منتظرة، و توبة مستقبلة، فإحدى الحالتين تحط الذنوب الكبيرة، و تغطي على العيوب الكثيرة، فالآن – عصمك الله – واللبب رخي، والمركب وطي، و بابك إلى رضى أمير المؤمنين مفتوح، و سبيلك إلى حسن رأيه سهل، ولايذهب بك اللجاج إلى عار الدنيا و نار الآخرة – إياك و مصارع الناكثين، و حذار موارط الغادرين.

ترجمہ: (پیراگراف 1)

حمد وصلاۃ/آداب و تحیت کے بعد --- اللہ تمہیں فہم وفراست عطا کرے، اور اپنی طرف کی توفیق میں سے تمہارا حصہ زیادہ کرے- -- اللہ تعالی نے مخلوق سے بے نیاز ہونے کے باوجود اسے پیدا فرمایا اور لوگوں کو بے کار نہ چھوڑ کر انہیں بھلائی کے کام کرنے کی مہلت عطا کی، تاکہ ان کی نیکیوں اور برائیوں کا شمار کرے، اور انہیں ایک دوسرے سے جدا رنگ و شکل کا بنایا اور الگ الگ احوال پر پیدا فرمایا، تو کچھ لوگ اطاعت گزار ہوتے ہیں اور کچھ مبتلائے معصیت، ان دونوں گروہوں میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو اچھے اور برے کام ملا لیتے ہیں، قریب ہے/امید ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے، اور اگر اللہ چاہتا تو لوگوں کو ایک امت بناتا (لیکن) لوگ ہمیشہ سے مختلف چلے آرہے ہیں اور اسی (اختلاف و تنوع کے اظہار) کے لئے اللہ نے مخلوق کو پیدا فرمایا ہے۔ نیک بخت اور سعادت مند وہ ہے جو اپنے رب سے ڈرے اور اپنے گناہ کو پہچانے اور توبہ میں جلدی کرے اس سے پہلے کہ توبہ کا موقع نکل جائے اور رحمت کا طلب گار بنے اس سے پہلے کہ وادی رحمت میں اس کا داخلہ ممنوع ہو جائے۔

ترجمہ: (پیراگراف 2)

اور اگر تم نے اپنی آسان اور سیدھی راہ چھوڑ دی ہے، اپنی فطری ہدایت کی مخالفت کی ہے اور اپنے اسلاف کے راستے سے انحراف کر لیا ہے، تو تم نے جس کے مقابل سرکشی کی ہے اس کی جانب سے کوئی ناگوار امر لاحق ہونے پر تمہیں وحشت زدہ نہیں ہونا چاہئے۔ اور جس کی طرف تم مائل ہوئے ہو اس کی طرف سے [اگر] کوئی امید تمہاری مونس و غم خوار نہ ہو، ایسی امید جس [کے پورا ہونے] کی تم صرف اسی سے طمع رکھتے ہو، [تو تم

امیر المومنین کے پاس آ جاؤ، اور اگر تم آئے] تو تم خوف سے امن میں ، مصائب سے دور، مقرب بارگاہ اور بلند منصب کے حامل، اور ہواخواہوں اور قابل اعتماد افراد کے میر مجلس بن کر رہوگے، رہی بات اس معاملے کی جو تمہارے اور وزیر کے درمیان پیش آیا، تو اس قسم کے امور سالاروں اور کارگزاروں کے درمیان ہمیشہ سے رونما ہوتے رہے ہیں، اور یہ اس معیار کے نہیں ہیں کہ کسی صاحب رائے کو اس کے طبقے سے خارج کر دیں، اور ایسا بھی نہیں ہے کہ آپسی جھگڑے میں حد سے زیادہ ہٹ دھرمی پر، غیظ و غضب سے بھرے ہوئے شخص کا مواخذہ نہ ہو۔

ترجمہ: (پیرا گراف 3)

اللہ بخوبی جانتا ہے کہ امیر المومنین نے تمہارے اوپر اپنے انعام واکرام کے حصے میں کمی نہیں کی، نہ ہی تمہارے ساتھ حسن سلوک میں اعراض کا رویہ اختیار کیا، بلکہ تمہاری بھلائی کا خیال رکھا، اور تمہاری شکایت دور کرنے کا پختہ ارادہ کیا، یہاں تک کہ تمہاری امید پوری کرنے کے اسباب فراہم ہو جائیں، اگر تم انتظار کرتے، اور تمہاری طلب سے زیادہ کی سبیل پید ہو جائے، اگر تم صبر کا مظاہرہ کرتے۔ تمہارے لئے نوشتہ تقدیر میں کشادگی ہے فیصلہ کردہ نصیبے میں گنجائش ہے۔ امیر المومنین کے پاس آنے میں تمہارا راستہ تنگ نہیں ہوگا، اور تم سابقہ فرماں برداری اور پشتینی ثابت قدمی کے درمیان رہوگے اور اس رجوع و توبہ کے درمیان جس کا انتظار و استقبال ہے، دونوں حالتوں میں سے ہر ایک حالت بڑے بڑے گناہوں کو مٹاتی ہے اور بہت سی خامیوں کی پردہ پوشی کرتی ہے، اب ـــ اللہ تمہیں محفوظ رکھے - جب کہ (امیر المومنین کی طرف آنے والے راستے) کا سینہ کشادہ ہے، سفر آسان ہے/سواری سدھائی ہوئی ہے، امیر المومنین کی رضامندی کی جانب تمہارا دروازہ کھلا ہوا ہے اور ان کی خوبی رائے کی طرف تمہاری راہ سہل ہے، [تو] ہٹ دھرمی تمہیں دنیا کی شرم اور آخرت کی آگ کی طرف نہ لے جائے اور عہد شکنی کرنے والوں کے انجام اور بے وفائی کرنے والوں کی عاقبت سے بچ کر رہنا۔

مشکل الفاظ کے معانی: (پیر گراف 1)

رشد: ہدایت، سن تمیز، مراد فہم وفراست / معاملہ فہمی۔

أجزل: زیادہ کرنا/ وسعت دینا، کشادگی بخشنا۔

أنسا: مؤخر کرنا۔

مَهَل: بھلائی میں پیش قدمی، کسی معاملے میں پڑنے سے پہلے اس کی بصیرت حاصل ہونا۔

مُهْمَل: متروک، غیر مستعمل، بے کار۔

آثار: أثر کی جمع: تلوار کی چمک، علامت، کسی چیز کا بچا ہوا حصہ، مراد: اچھے برے اعمال۔

أخياف: کسی چیز کی مختلف اقسام، یا لوگوں کے مختلف طبقات، کہا جاتا ہے: **الناس أخياف:** یعنی لوگ مختلف طبیعتوں اور شکلوں کے ہوتے ہیں، برابر نہیں ہوتے، یا یہ کہ ان کی مائیں ایک ہیں اور باپ جدا جدا۔

أطوار: **طور** کی جمع: صنف، قسم، حال اور ہیئت وغیرہ۔

مشکل الفاظ کے معانی: (پیرا گراف 2)

قصد: آسان اور سیدھا راستہ۔

نكب: جھک کے چلنا، بیماری کی وجہ سے شانوں میں کجی پیدا ہو جانا، متعین راستے سے ہٹ جانا۔

شرد: نافرمانی کرنا، راہ راست سے پھر جانا۔

جنح: کسی چیز کی طرف مائل ہونا۔

مخاوف: مخاف کی جمع: ڈر اور خوف کی جگہ۔

مكاره: مکرہ کی جمع: وہ چیز جو کسی شخص کو ناپسند اور اس پر شاق ہو۔

مُصَدَّر: تصدیر سے اسم مفعول، محفل کا صدر بنانا۔

حاجب: دربان، وزیر۔

قُوَّاد: قائد کی جمع: سالار لشکر۔

عُمَّال: عامل کی جمع: کارگزار۔

مُحْنَق: أحنق سے اسم مفعول: أحنق: کسی کو بہت غصہ دلانا۔

مَحْك: لڑائی جھگڑے میں ہٹ دھرمی۔

مشکل الفاظ کے معانی: (پیرا گراف 3)

بخس: کم کرنا، گھٹانا۔

هبات : هبة کی جمع : وہ عطیہ جو عوض پانے کے جذبات / نیت سے خالی ہو۔

أولى: کسی کے ساتھ بھلائی کرنا۔

طِلْبَة: مانگ، طلب۔

فُسحة: کشادگی۔

القَدَر المقدور: نوشتہ تقدیر۔

القضاء المحتوم: فیصلہ کردہ نصیب۔

مندوحة: گنجائش، کشادگی، ج مناديح۔

إنابة: کسی کی طرف دوبارہ یا بار بار لوٹ کر آنا۔

لَبَب: سینے میں ہار پہننے کی جگہ، کہا جاتا ہے: إنه لرخى اللبب: یعنی اس کا سینہ کشادہ ہے، اسی طرح کہا جاتا ہے: فلان فی لبب رخی: یعنی وہ خوشحالی اور امن وسکون کے ساتھ بسر کر رہا ہے۔

لجاج: لڑائی جھگڑے میں حد سے تجاوز کر جانا، ہٹ دھرمی کرنا۔

مصارع: مصرع کی جمع: اکھاڑا، موت، قتل، ہلاکت، مراد انجام۔

ناكثين: ناكث کی جمع: عہد شکن۔

موارط: مورط کی جمع: چھپانے کی جگہ، مراد اعاقبت اور نجام۔ غادرين: غادر کی جمع: بے وفا لوگ۔

خلاصہ:

پانچویں صدی ہجری کے آغاز میں اندلس کی سرزمین آپسی لڑائیوں میں بہنے والے خون سے لالہ زار ہو رہی تھی جس کا انجام یہ ہوا کہ خلافت قرطبہ نیست و نابود ہو گئی اور ملک ابتری و بدنظمی کا شکار ہو گیا۔ عجیب بات یہ ہے کہ اسی عرصے میں عربی ادب ترقی کی راہوں پر تیز گام تھا۔ اندلس کے مایہ ناز ادباء و شعراء مثلاً ابن دراج، ابن خفاجہ، ابن برد الاکبر، ابن برد الاصغر، ابن شہید، اور ابن زیدون وغیرہ اسی دور میں (چوتھی اور پانچوی صدی) پیدا ہوئے۔ اس درمیان ابن برد الاکبر نے عربی نثر کے میدان قابل قدر خدمات انجام دیں اور مختلف امرائے فتنہ کی طرف سے کتابت کے فرائض ادا کئے۔ ابن برد کی نثر رواں، سنجیدہ اور سجع کے زیور سے آراستہ ہے، لیکن یہ سجع بندی اس حد کو نہیں پہونچی کہ معنی کی ادائیگی میں خلل انداز ہو اور معنی کا حسن الفاظ کی خوبصورت دیواروں میں قید ہو کر رہ جائے۔ اس طرح یہ بات شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ ابن برد کی نثر فصاحت و بلاغت کا شاندار نمونہ اور اس کے ساتھ معاصر عہد کا شفاف آئینہ ہے۔

نمونے کے سوالات:

- فن رسالہ کی مختصر تاریخ بیان کیجئے۔
- رسالہ کی مختلف اقسام پر روشنی ڈالئے۔
- ابن برد کے زمانے کا تعین کیجئے اور ان کی ادبی خدمات پر نوٹ لکھئے۔
- فتنہ اندلس سے کیا مراد ہے؟ وضاحت کیجئے۔
- رسالہ کے مختلف معانی کی وضاحت کیجئے۔
- زیر نظر خط کا خلاصہ تحریر کریئے۔
- مکتوب الیہ اور مکتوب عنہ کا تعارف پیش کریئے۔
- ابن برد کے عہد کی سیاسی اور ادبی صورت حال پر روشنی ڈالئے۔

مطالعے کے لئے کتابیں:

- الذخیرۃ فی محاسن اہل الجزیرۃ، جلد اول۔

- تاریخ الادب العربي-الاندلس، شوقی ضیف۔
- فی الادب الاندلسی، رضوان الدایۃ۔